

ہیں خود نبی کریم ﷺ کے متعلق یہود نے یہی زبان استعمال کی حالانکہ نبی آخر الزماں کو پہچان کر بھی تعصب کی وجہ سے انکار کر دیا۔

عیسائیت کا تصور رسالت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل دین حق یعنی اسلام تھا آپ نے عیسائیت کا نام سے کوئی مذہب پیش نہیں کیا موجودہ عیسائی مذہب سینٹ پال کا بنایا ہوا مذہب ہے اس مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تصور نہایت افراط پر مبنی ہے۔ گزشتہ نبیوں کا تذکرہ ان کے ہاں بالکل یہودی طرح ہے کیونکہ سینٹ پال کٹر یہودی تھا تاہم ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے گناہوں سے پاک تھے۔ انسان چونکہ پیدائشی گنہگار ہے اس گناہ کے کفارہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بے گناہ بیٹے کو سولی دے کر اس کا کلمہ پڑھنے والوں کی بخشش کا ذریعہ بنا دیا۔ انجیل یوحنا کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ حلول کر چکا تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ والے روپ میں خدا اتر آیا تھا۔ یہودی طرح عیسائی بھی تفریق بین الرسل کے مجرم ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اس کی وجہ بھی تعصب اور حسد ہے۔

﴿ختم نبوت﴾

سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا۔ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا جس کا بدیہی نتیجہ اور تقاضیہ ہے کہ:

۱۔ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے آپ ﷺ ہی کی ہدایت و تعلیمات حکم نامہ خداوندی ہے۔ اور آپ ﷺ ہی کی تعلیم و ہدایت پر عمل کر کے یعنی صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی اتباع سے اب رضا الہی اور رحمت خداوندی کو پایا جاسکتا ہے

۲۔ تکمیل دین کا شرف آپ ﷺ کو حاصل ہوا۔ اس لئے آپ کا دین شریعت اور ہدایت کامل، مکمل اور اکمل ترین ہیں۔ لہذا اب کسی دوسرے نبی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

۳۔ آپ پر نازل ہونے والی کتاب ”کتاب مبین“ کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔ اس لئے آج تک اس کا ایک ایک لفظ اور لفظ کا ایک ایک شوشہ اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ سینوں میں بھی اور صفحوں میں بھی، آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات دنیائے انسانیت کے لئے سرچشمہ ہدایت میں اس لئے آپ کے بعد اب کسی نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ختم نبوت قرآن مجید کی رو سے:

سورۃ احزاب میں اعلان فرمایا گیا ہے:

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ (الاحزاب: ۴۰)

(محمد ﷺ تمہارے مردوں کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم بھی ہیں) (اب ان کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا) اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا علم رکھتا ہے) ۱۔
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین مکمل کر دیا اور اسے تمام انسانوں کے لئے محبوب اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس پر قرون اولیٰ سے آج تک تمام امت کا اجماع ہے اور امت محمدیہ ﷺ کا کوئی ایسا گروہ نہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ مانتا ہو۔ قرآن کریم سے یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت ہے کہ کسی طرح کا کوئی نبی یا رسول اب قیامت تک نہیں آ سکتا۔ امت کا یہ بھی اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں اس سلسلہ میں ہم چند آیات قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا“ (سبا- ۲۸)

(ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے بطور خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے کے) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام نوع بشر کی طرف رسول مبعوث ہوئے ہیں اور یہ شرف آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہو۔

۲۔ ”تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدٍ لِّیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا“ (الفرقان- ۱)

(وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر کلام مجید اتارنا کہ تمام کائنات انسانی کے لئے وہ ڈرانے والا ہوا) اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ تمام کائنات کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجام بد سے باخبر کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں اور سارے جہانوں کے لئے حضور نبی کریم ﷺ حضرت محمد ﷺ کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔

۳۔ ”قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا“ (الاعراف- ۱۵۸)

(کہہ دو اے لوگو! بے شک میں تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)

۴۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ“ (انبیاء- ۱۰۷)

(ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں اور تمام جہانوں کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں سابقہ نبیوں کو اللہ تعالیٰ درج ذیل آیت میں حکم دے رہا ہے کہ میرا آخری رسول جب آئے گا تو تمہاری شریعتیں منسوخ ہو جائیں گی۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا۔

۵۔ ”وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیْنَ لَمَّا اٰتٰیْکُمْ مِنْ کُتُبٍ وَحِکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَتَنْصُرُوْهُ“ قَالَ ؕ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ

اٰمِنِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا“ قَالَ فَاَشْهَدُوْۤا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ“ (ال عمران- ۸۱)

(اور اے پیغمبران لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے اقرار لیا (یا ہر ایک پیغمبر سے) کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمہاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم نے یہ اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا (یہ بوجھ اپنے ذمہ لیا) انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا (دیکھو) گواہ رہو (ایک دوسرے پر یا فرشتو تم گواہ رہو) میں تمہارے ساتھ گواہ ہوں)

”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (المائدہ-۳) (آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے)

یہ آیت کریمہ ناطق ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات مکمل اور بے عیب ہیں اور جس دین اسلام کا بیان اس قرآن میں ہے وہی اور صرف وہی دین ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و محبوب ہے۔

اس دین کے لانے والے نبی کے آنے کے بعد کسی اور نبی کے آنے کی کوئی عقل دلیل ہے۔

جنانچہ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ یہی دین غالب آئے گا اور فی الواقع وہ جزیرۃ العرب میں غالب آیا۔ فرمایا: ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ“ (التوبہ-۳۳) (وہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافران خوش ہی کیوں نہ ہوں)

۸۔ دوسری جگہ ملاحظہ کیجئے ارشاد ہوتا ہے:

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (الحجر-۹)

(ہم نے اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)

یہ دعویٰ کسی اور نبی کی کتاب کے بارے میں نہیں آیا اور یہی وجہ ہے وہ کتابیں صحیح حالت میں نہ رہ سکیں اور قرآن کریم آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ رہے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ اس لئے کسی اور شریعت یا کتاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی ضمانت دی ہے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ارشاد ہے۔

۹۔ ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَسَاجِدَهُمْ ۖ وَائْتُوا بِكُتُبٍ عَزِيزَةٍ ۖ لَا يَأْتِيهِمُ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنِهِمْ وَلَا مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ“ (حم السجدة-۳۲-۳۱)

(جن لوگوں نے ذکر کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ (ذکر) عزت والی کتاب ہے باطل نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے سزاوار حمد حکیم کی اتاری ہوئی ہے)

۱۰۔ ”وَإِذْ نُنَزِّلُ إِلَيْكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنَا لَوْلَا مُبَدِّلٌ لِكَلِمَاتِنَا وَلَكِنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا“

(الکہف-۲۷) (تیرے رب کی کتاب جو تیرے اوپر اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کر کوئی اس کے الفاظ کو بدلنے والا نہیں)

۱۱۔ "وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝" (البقرة ۵-۴)

(اور جو ایمان لاتے ہیں اس (وحی) پر جو اتاری گئی تجھ پر (محمد ﷺ) اور جو وحی اتاری گئی تجھ سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی کامیاب ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف جو کتاب بھیجی گئی ہے اور جو پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ ان پر ایمان لانے والے ہدایت یافتہ اور فلاح پانے والے ہوں گے۔

یہاں "وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝" کے ساتھ اگر "مَا يُنْزِلُ مِنْ بَعْدِكَ" بھی ہوتا تب تو کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ پہلوں کے ساتھ بعد والوں کا ذکر بھی ہے اور وحی کا سلسلہ بھی جاری رہ سکتا ہے۔ مگر اس سارے احتمال کو رب کریم نے بالکل ختم کر دیا ہے۔ لہذا کوئی شخص رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت اور قرآن کریم کے بعد کسی کتاب پر ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۱۲۔ آخر میں ختم نبوت کے ثبوت کو بالکل واضح طور پر ثابت کرنے والی مشہور آیت دوبارہ بھی ملاحظہ کر لیجئے ارشاد ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ تَرْجَائِكُمْ وَلَكِنَّ تَرَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" (الاحزاب ۴۰)

(محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں)

مندرجہ بالا آیت اس بات کا بدہی ثبوت ہے کہ محمد ﷺ کی ذات گرامی سے تکمیل رسالت ہو چکی ہے اور آئندہ

کسی مرسل، رسول یا نبی تشریفی یا غیر تشریفی آمد و بعثت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

ختم نبوت کا جو ذکر اس سورۃ احزاب میں آیا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ عرب میں منہ بولے بیٹے کو بالکل حقیقی بیٹے کی حیثیت دی گئی تھی۔ وہ حقیقی بیٹے کی طرح میراث پاتا تھا۔ منہ بولے باپ کی بیوی اور بیٹوں سے اسی طرح ملاپ رکھتا تھا جس طرح ماں بیٹے اور بھائی بہنوں میں ہوا کرتا ہے۔ اور متحنی بن جانے کے بعد دوسری حرمتیں اس کے اور منہ بولے بیٹے کے درمیان قائم ہو جاتی تھیں۔ جو بسبب رشتے کی بنا پر قائم ہوا کرتی تھی۔ اللہ اس رسم کو توڑنا چاہتا تھا۔ اس نے پہلے حکم دیا کہ منہ سے کسی کو بیٹا کہہ دینے سے کوئی شخص حقیقی بیٹا نہیں ہو جاتا (احزاب ۵-۴) لیکن دلوں میں صدیوں کے رواج کی وجہ سے حرمت کا جو تخیل بیٹھا ہوا تھا وہ آسانی سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اس رسم کو عملاً توڑ دیا جائے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت زیدؓ نے (جونہی ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے) حضرت زینبؓ کو (جوان کے نکاح میں تھیں) طلاق دے دی نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ یہ موقع ہے اس سخت قسم کی جاہلی رسم کو توڑنے کا۔ جب تک آپ ﷺ خود اپنے متحنی کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کریں گے۔ متحنی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے کا جاہلی تخیل نہ مٹ سکے گا۔ لیکن آپ ﷺ بھی جانتے تھے کہ مدینہ کے منافقین اور اطراف مدینہ کے یہود اور مکہ کے کفار اس فعل پر ایک طوفان عظیم برپا کر دیں گے اور آپ کو بدنام کرنے اور اسلام کو رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ کو عملی اقدام کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود ہچکچا رہے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا اور آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو اپنے نکاح میں لیا۔ اس پر جیسا کہ اندیشہ تھا۔

اعتراضات اور بہتان طرازی اور افترا پردازی کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے دوسو سے پیدا ہونے شروع ہو گئے تو ان اعتراضات اور دوسووں کو دور کرنے کے لئے سورۃ احزاب کی پانچویں رکوع کی آیت (۴۰) نازل ہوئی۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا اور اس لئے ہوا ہے کہ مومنوں کے لئے اپنی متمنی لڑکوں کو بیوہ اور مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کا حکم بجالانے میں وہ کسی کے خوف سے ہچکچائے۔ اس کے بعد اس بحث کو ختم فرماتا ہے کہ: (محمد ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں)

اس موقع پر یہ فقرہ جو ارشاد فرمایا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معترضین کے جواب میں تین دلائل دینا چاہتا ہے۔ اس ایک فقرے میں ان تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ جو مخالفین نبی ﷺ کے اس نکاح پر کر رہے تھے۔

ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیوہ سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ یہ نکاح بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس شخص کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا گیا ہے وہ محمد ﷺ کا حقیقی بیٹا نہ تھا اور آپ اس کے حقیقی باپ نہ تھے۔ اس لئے فرمایا محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا ہوتا تو اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد ﷺ سے کوئی مرد بیٹا ہے ہی نہیں۔

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا، اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے، تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہو سکتا تھا۔ آخر اس کو کرنا کیا ضروری تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا مگر وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسوں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔

تیسرے یہ کہ یہ کام اس لئے اور بھی ضروری تھا کہ محمد ﷺ محض نبی ہی نہیں بلکہ آخری نبی ہیں اس لئے مزید تاکید کیلئے فرمایا اور وہ خاتم النبیین ہیں یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا تک نہیں ہے۔ کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے۔ لہذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔ کیونکہ اب اگر آپ کے ہاتھوں میں یہ جاہلانہ رسم نہ ٹوٹی تو پھر قیامت تک نہ ٹوٹ سکے گی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے کہ جو کسر آپ سے چھوٹ جائے اُسے وہ آکر پورا کر دے۔

اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد ﷺ کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کر دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی نبی آنے والا نہیں۔ لہذا اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے اس نے اس رسم کا خاتمہ اب نہ کر دیا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی جس کے توڑنے سے نہ تمام دنیا کے

مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے۔ بعد کے مصلحین اگر اسے توڑیں گے بھی تو ان میں کسی کا فعل بھی اپنے پیچھے ایسا دائمی اور عالمگیر اقتداء نہ رکھے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانے میں لوگ اس کا اتباع کرنے لگیں، اور ان میں سے کسی کی شخصیت بھی اپنے اندر اس تقدس کی حامل نہ ہوگی کہ کسی فعل کا محض اس کی سنت ہونا ہی لوگوں کے دلوں سے کراہت کے ہر تصور کا قلع قمع کر دے۔ (مولانا مودودی تفہیم القرآن سیرت سرور عالم ﷺ)

افسوس ہے کہ موجودہ زمانے میں ایک گروہ نے اس آیت کی غلط تاویلات کر کے ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھول دیا ہے اس لئے ختم نبوت کے مسئلے کی پوری توضیح اور اس گروہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی تردید کے لئے ہم پوری وضاحت سے مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے ہیں۔

خاتم کے معانی کے بارے میں مغالطے

نبوت کے بعض جھوٹے دعوے دار خاتم کا معنی مہر کرنے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد ﷺ اگرچہ خاتم النبیین ہیں مگر آخری نبی یا نبیوں کے ختم کرنے والے نہیں بلکہ مہر لگانے والے ہیں۔ جس پر مہر لگادیں گے وہ نبی بن جائے گا۔ اگرچہ اہل علم اہل لغت خوب جانتے ہیں کہ ان کا ہر دعویٰ بالکل غلط ہے تاہم قرآن و سنت لغت اور اجماع اُمت نے خاتم کے جو مفہوم و معانی متعین کئے ہیں وہ بھی پیش خدمت ہیں۔ ایک گروہ جس نے اس دور میں نبی نبوت کا فتنہ عظیم کھڑا کیا ہے۔

آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رَّبِّ جَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب۔ ۴۰) لفظ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر کرتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد جو انبیا بھی آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر لگنے سے نبی بنیں گے۔ یا بالفاظ دیگر جب تک کسی کی نبوت پر آپ ﷺ کی مہر نہ لگے وہ نبی نہ بن سکے گا۔

لیکن جس سلسلہ میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس کے اندر رہ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہو تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں مقصود کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کی کیا تک ہے کہ اوپر سے تو نکاح نہ نب پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکا یک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمد ﷺ نبیوں کی مہر ہیں۔ آئندہ جو نبی بھی بنے گا، ان کی مہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے، بلکہ اس سے وہ استدلال النا کمزور ہو جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اس صورت میں تو معترضین کے لئے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ ﷺ کے بعد آپ کی مہر لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے ان میں کوئی اسے مٹا دے گا۔

ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین کے ہیں، یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، البتہ کمالات نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو گئے ہیں۔

لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قیادت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے سیاق و سباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسب نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفار و منافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت کم تر درجے کے ہی تھے۔ بہر حال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضروری تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

﴿خاتم النبیین کے لغوی معنی﴾

جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لیکن یہ صرف سیاق و سباق کا تقاضا نہیں ہے۔ لغت بھی اسی معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے ”ختم“ کے معنی مہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے، اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

”ختم العمل“ کے معنی ہیں ”فرغ من العمل“ کام سے فارغ ہو گیا۔ ختم الاناء کے معنی ہیں برتن کا بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے لٹکے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔

ختم الکتاب کے معنی ہیں خط بند کر کے اس پر مہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔ ختم علی القب دل پر مہر لگا دی تاکہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آنے نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں نکل سکے۔

ختم کل مشروب و مزاج جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے خاتم کل شیء، عاقبتہ و آخرہ۔ ہر چیز کے خاتمہ سے مراد ہے اس کی عاقبت اور آخرت ختم الشئ بلغ آخرہ کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا اسی معنی میں ختم قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی سورتوں کی آخری آیات کو خاتم کہا جاتا ہے۔

خاتم القوم، آخرہم خاتم القوم سے مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی

﴿ختم نبوت حدیث کی رو سے﴾

نبی کریم ﷺ نے وضاحت کے ساتھ اور کئی مثالیں دے کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتلایا کہ میں آخری رسول ہوں اور تم آخری امت ہو۔ ہم یہاں چند حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی نبی یا رسول کے آنے کی ضرورت ہے۔

حدیث ۱: حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وانہ سبکون فی امتی کلہمون لئلا یون کلہم بدعو انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ (اور بے شک میری امت میں تم (کے قریب) بڑے بڑے جموئے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ نبی اللہ وہ ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں)

حدیث ۲: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انا قائد المرسلین ولا

فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع و مشفع ولا فخر“ (میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور پہلا وہ شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول ہوگی اور اس پر فخر نہیں)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور دیگر انبیاء کرام کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ گھومنے والے اس کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کی بناوٹ پر تعجب اور حیرت کرتے ہیں۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”فانا اللبنة وانا خاتم النبیین“ (میں وہ آخری اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں)

اور حضرت جابرؓ (متوفی ۷۴ھ) کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانا موضع اللبنة جنت فختمت الانبیاء“ (آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نے (یعنی میری آمد نے) نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے)

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ: ”فانا موضع البنة ختم بی الانبیاء“ (اس اینٹ کی جگہ میں فٹ ہو گیا ہوں اور انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہو گئی)

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے قصر نبوت مکمل ہو گیا ہے خالی اینٹ کی جگہ پر ہو گئی ہے اور سلسلہ نبوت و رسالت ہر طرح سے بالکل ختم ہو چکا ہے۔

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حضرات انبیاء کرامؑ پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے:

- ۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔
- ۲۔ رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔
- ۳۔ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔
- ۴۔ میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور طہارت بنایا گیا ہے۔
- ۵۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔
- ۶۔ اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔

اور ان کی ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست حضرات انبیاء کرامؑ کیا کرتے تھے جب ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کے بعد اور آ جاتا۔

”والہ لا نبی بعدی و مستکون خلفاء“ (اور میرے بعد نبی اور خلفاء ہوں گے)

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی ہے۔

حدیث ۵: حضرت انسؓ سے روایت ہے:

”قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرساله والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول

چھوڑ دے پھر ان کے لئے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترکہ معاشرہ بن جاتا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اُس پر یہ بات جانا واضح ہو جائے گی کہ ختم نبوت اُمت مسلمہ کے لئے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمان کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کی اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد ﷺ کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لئے ایک نبی بھیج دیا جائے، اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے، تو نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا چاہیے تاکہ اُس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لئے اہل ایمان کی ایک ہی اُمت بن سکے اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی اُمت سے اس اُمت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا ہے۔ نبی خواہ ”ظلی“ ہو یا ”بروزی“ امتی ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہر حال جو شخص نبی ہوگا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک اُمت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو۔ مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں جلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔ لہذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اس کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔

﴿عقیدہ آخرت﴾

لفظی معنی:

آخرت کے لفظی معنی پچھلی، آخری اور بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں جبکہ اس کا متضاد دنیا ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

اسلامی اصطلاح میں پچھلی زندگی یعنی موت کے بعد والی زندگی کو آخرت کہا جاتا ہے۔

عقیدہ آخرت یا ایمان بالآخرت:

اس حقیقت پر ایمان لانا کہ یہ دنیا ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ اپنی قدرت کاملہ سے مردوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا۔ دنیا جسے ”الدنیا مزرعۃ الآخرہ“ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کہتے ہیں جس کسی نے کچھ اعمال جیسے کیے ہونگے اُن کی جزا و سزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

عقیدہ آخرت کی حقیقت:

دینی نظام کی بنیاد دراصل جزا اور سزا (مکاناتِ عمل) کے عقیدے پر ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا قائل نہ ہو تو پھر دین کی پیروی اور اس کے احکام کی تعمیل میں اُس کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہ جاتی۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی جزا و سزا کا تصور پایا جاتا ہے گو کہ اس کی شکلیں مختلف ہیں۔

اسلام ہمیں دو انسانی گروہوں سے متعارف کراتا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کا اوڑھنا بچھونا صرف دنیا اور اس کے تقاضے ہیں اگر کبھی خدا اور رسول کا نام بھی اس کی زبان پر آتا ہے تو صرف نام و نمود، جھوٹی عزت اور حصول دنیا کی خاطر یہ گروہ دنیا پرست اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی ناکام اور زبردست گھانا اٹھانے والا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس کی نظر آخرت پر رہتی ہے وہ ہر آن ہر گھڑی رضائے الہی اور خوشنودی خداوندی عالم کا طالب رہتا ہے۔ دنیاوی امور و فرائض یہ گروہ بھی سرانجام دیتا ہے لیکن اس طرح کہ ان کا دامن دنیا کی خرافات اور آلائشوں سے آلودہ نہیں ہوتا۔ اس مبارک اور قابل رشک گروہ کی کوشش، فکر اور محنت کا مرکزی نقطہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی نیکو کار اور تقویٰ و طہارت کا پیکر بن کر دنیا میں رہیں اور دوسروں کو بھی کھینچ کھینچ کر اس راہِ راست اور پاکیزہ زندگی کی طرف لاتے رہیں۔ اگر تھوڑا سا توقف کر کے یکسوئی کے ساتھ غور کیا جائے تو ہمارے دل یہ گواہی بہر حال دے گا کہ جیت اُس طائفہ جماعت اور گروہ کی ہے جو آخرت کی ابدی راحت کا طالب اور دائمی سکون و اطمینان کا متلاشی ہے۔ سوچئے دنیا کی اس چار دن کی زندگی میں کسی کو اگر راحت نصیب ہو بھی گئی۔ تو اُس کی حقیقت ہی کیا ہے؟

آخرت کی تین منزلیں:

موت کے بعد انسان کو تین منزلوں سے سابقہ پڑتا ہے اور یہ وہ منزلیں ہیں جن پر مجموعی حیثیت سے آخرت کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۔ عالم برزخ:

یہ وہ پہلی منزل ہے جو موت کے بعد قیامت تک کی لمبی مدت لئے ہوئے ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق موت کے بعد آدمی کا جسم چاہے زمین میں دفن کر دیا جائے، چاہے دریا میں بہا دیا جائے، چاہے جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ اس کی روح کبھی فنا نہیں ہوتی صرف اتنا فرق پڑتا ہے کہ وہ ہماری اس دنیا سے منتقل ہو کر ایک دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے۔ وہاں اللہ کے فرشتے دین کے بارے میں سوالات پوچھتے ہیں۔ اگر اس کا ایمان درست ہو تو جواب قاعدے اور قرینے کا ہوتا ہے۔ اس پر فرشتے اسے خوشخبری سناتے ہیں کہ تو قیامت تک راحت و آرام سے رہ:۔ ”نم کنومة العروس“ (ایسے اطمینان کے ساتھ سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے) اگر وہ مومن نہیں کافر، مشرک یا صرف نام کا مسلمان یا منافق ہوتا ہے تو اسی وقت سے اُسے عذاب کے شکنجے میں کسا جاتا ہے اور سزا کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔

۲۔ قیامت:

اس سے مراد وہ نازک اور ہولناک گھڑی ہے جب باذن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ساری دنیا تہ و بالا اور نیست و نابود ہو جائے گی۔ جب اللہ پاک چاہے گا۔ انسانوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا۔ دنیا کی اگلی اور پچھلی مخلوق دوبارہ زندہ ہو جائے گی اور پھر ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا۔ اسکے نتیجے میں جو لوگ کامیاب و کامران ٹھہرائے جائیں گے ان کو اپنی خوشی جنت میں رہنے سہنے کی اجازت دی جائے گی اور جو حساب میں ناکام و نامراد قرار پائیں گے انہیں حکماً جہنمی قرار دیا جائے گا یہ ظالم و مجرم عذاب الہی اور نار جہنم کے مستحق ٹھہریں گے۔

۳۔ آخری اور بڑا فیصلہ:

جنتیوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اہل جنت کے لئے راحتیں ہی راحتیں اور دوزخیوں کے لئے مصیبتیں ہی مصیبتیں ہوں گی۔

﴿حیات بعد الموت کی ضرورت و اہمیت﴾

۱۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا یکجا بیان:

عقیدہ آخرت کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں توحید پر اور آخرت کی اہمیت پر ایمان لانے کی اکثر و بیشتر آیت ساتھ اور یکجا پورے زور سے دعوت دی گئی ہے۔ قرآن حکیم توحید کے فوراً بعد آخرت کو پوری شدت کے ساتھ دنیاوی زندگی کی بنیاد بنانے پر اصرار کرتا ہے۔ مثلاً ارشاد الہی ہے:

”مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا“ (البقرہ۔ ۶۲)

(جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔)

۲۔ تمام انبیائے کرام کی دعوت کا مرکز و محور:

اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کی طرح آخرت کا مسئلہ بھی چونکہ دین و مذہب کے لئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اللہ کے سارے پیغمبروں اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اُس پر ایمان لانے کی بھرپور دعوت دی ہے اور قرآن پاک چونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس لئے اس میں تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بلابالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے۔ قرآن حکیم غور و فکر کرنے والے انسانوں کو یہ بھی بتاتا ہے کہ آخرت کیوں ضروری ہے اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں؟

”وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی ۚ وَكَفٰی مُؤْمِنًا ۙ وَكَفٰی مُؤْمِنًا ۙ“ (المؤمنون۔ ۷۴)

(جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ سیدھی راہ سے ہٹ کر چلنے والے ہیں۔)

۳۔ تقویٰ و طہارت اور اعمال صالح کی بنیاد:

قرآن حکیم نے متقی لوگوں کی جملہ صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایک اور جگہ فرمایا ”وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ“ (الاعلیٰ۔ ۱۷) (اور آخرت دنیا سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔)